اقوام متحدہ کے ’عالمی منشورِانسانیت‘ کاشرعی جائزہ

‘Universal Declaration of Human Rights’ in Shar‘ī Perspective

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی: اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

'Universal Declaration of Human Rights' (UDHR) is the outcome of western nations' centuries of struggle which was approved in Paris on 10th of September 1948 in the context of World War I and II. Words and statements that cover 30 of its articles are carefully constructed in order for it to make it feasible for most of the nations of the world to follow. However, there are numerous words and statements that are equivocal and therefore those in power sometimes interpret them in a manner that suits them and their ideologies. Apparently, most of its articles conform to Islāmic guidelines as well, but 6 to 7 articles contain issues that appear to differentiate between Islāmic and Western idea of human rights and therefore are alien to Islām. This treatise seeks to highlight all such differences that are part of this charter.

مغربی اقوام کی صدیوں پر محیط حقوق کی جدوجہد کا نتیجہ اقوام متحدہ کا انسانی حقوق کا عالمی چارٹر ہے، جو جنگِ عظیم اوّل اور دوم کے تناظر میں، 10 ستمبر 1948ء کو پیرس میں منظور کیا گیا۔ اس چارٹر کے 30 آرٹیکلز میں ایسے الفاظ اور تعبیرات استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جو زیادہ سے زیادہ اقوام کے لئے قابل قبول نظر آئیں۔ ان میں سے بہت سے الفاظ وتراکیب ایسی ہیں جو کثیر المعنی ہیں اور غالب قوتیں ان کی تشریح کرتے وقت اپنے حالات و نظریات کی مناسبت سے فیصلہ کرتی ہیں۔ بظاہر احتمالی الفاظ پر مشتمل انسانی حقوق کے اکثر آرٹیکلز اسلام سے بھی جزوی مطابقت رکھتے ہیں، تاہم 6، 7 آرٹیکلز میں اسلام اور مغربی انسانی حقوق کے مابین بعض ایسے تضادات موجود ہیں جو اسلام سے واضح طور پر مخالف ہیں۔ پیش نظر مقالہ میں ان آرٹیکلز کے مطابق مختلف ممالک میں ہونے والی دستوری قانون سازی کو پیش کرتے ہوئے ایسے ہی تضادات کی نشاندہی اور مختصر وجامع اسلامی موقف بیان کیا گیا ہے۔

مغرب کا نظریہ’ انسانی حقوق‘ ؛تعارف وارتقا

انسانوں میں انسانی حقوق کی ایک طویل تاریخ ہے۔ چنانچہ قدیم یونان میں ’افلاطون اور ارسطو کے تصور

انصاف' اور 'نظریۂ طبقاتی عدل'، پھر رواقیوں میں زینو Zeno کے 'نظریہ فطری قانون' Natural Law، رومی ماہر قانون سسرو Cicero کے 'نظریہ انفرادی ملکیت'۔ اور 1037ء میں برطانیہ میں شاہ کانریڈ دوم Conrad II کے 'حقوقِ پارلیمنٹ کا منشور'، اور 1188ء میں شاہ الفانسو، نہم Alfanso کے 'حبس بے جا کے قانون' سے تدریجاً ایک جامع مجموعہ قوانین وہدایات کی طرف پیش قدمی ہوئی۔

جامع مجموعہ قوانین کے پہلے مرحلے کے طور پر 1215ء میں برطانیہ کے 'عظیم منشور' Magna Carta کا نام لیا جاتا ہے، جس پر 15 جون 1215ء کو کنگ جان نے اُمرا Barons کے دباؤ میں آ کر دستخط کئے۔ دراصل یہ اُمرا اور جاگیر داروں کے مفادات کے تحفظ کا قانون تھا جس میں جاگیر داروں، پیشہ ور لوگوں، چرچ کی عظمت اور حقوق اور شاہی خاندان کی عظمت اور حقوق کا نمایاں تذکرہ ہے، تاہم اس میں عوام، چرچ اور بادشاہ کے مابین تنازعات کے فیصلے کا طریقہ بھی مذکور ہے۔

133ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے 'قانونی چارہ جوئی کا حق' Due process of law منظور کیا۔

1679ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے 'حبس بے جا کا قانون' منظور کیا۔

1684ء میں برطانیہ کی انقلابی فوج نے 'پارلیمنٹ کے اقتدارِ اعلیٰ' کی حدود کو متعین کیا۔

دوسرا اہم مرحلہ: 1689ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے 'قانون حقوق' Bill of Rights کو منظور کیا۔

تیسرا مرحلہ: جولائی 1776ء میں امریکہ کا 'اعلانِ آزادی' ہے جس کو برطانوی مفکر جان لاک John Locke سے متاثر ہو کر امریکہ کے تیسرے صدر اور ماہر قانون اور تھامس جیفرسن Thomas Jefferson نے مرتب کیا۔ اس میں تمام انسانوں کے یکساں حقوق: زندگی، آزادی، اور حصولِ مسرت کو شامل کیا گیا۔ اس کے تین سال بعد ہی 1779ء میں امریکی آئین میں 'نوشتہ حقوق' Bill of Rights کے نام سے دس ترامیم منظور کر لیں۔

چوتھا مرحلہ: فرانس کا 'اعلان حقوقِ انسانی و باشندگان 1789ء' ہے جس میں قانونی چارہ جوئی کا حق تسلیم کیا گیا۔ اس میں قانون کا سرچشمہ اور اس کا نفاذ کنندہ بادشاہ کو قرار دیتے ہوئے، پارلیمنٹ سے منظوری کو لازمی قرار دیا گیا۔ پارلیمنٹ کے آزادانہ انتخاب، آزادانہ تحریر و تقریر اور باقاعدہ اجلاس کے ساتھ ملکی بجٹ کے استعمال اور نئے ٹیکسز کو بادشاہ کی منظوری سے مشروط کیا گیا۔

پانچواں مرحلہ (عالمی منشورِ انسانیت): 1940ء میں برطانوی ادیب ایچ جی ویلز H.G.Wells نے اپنی کتاب 'دنیا کا نیا نظام' New World Order میں 'منشور حقوق انسانی' کی تجویز پیش کی۔

جرمن مصنف ڈگلس سٹیوسن اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ

The 1789 **Declaration**, together with the 1215 **Magna Carta**, the 1689 **English Bill of Rights** (1689), the 1776**United States Declaration of Independence**, and the 1789**United States Bill of Rights**, inspired in large part the 1948**United Nations Universal Declaration of Human Rights**.[1]

"فرانس کا 'اعلان انسانی حقوق' دراصل برطانیہ کے 'عظیم منشور'، برطانیہ کے ہی 'نوشتہ حقوق'، امریکہ کے 'اعلان آزادی'، اور امریکہ کے ہی 'نوشتہ حقوق'، یہ سب مل کر اقوامِ متحدہ کے 'عالمی منشورانسانیت' کا بڑا اور نمایاں حصہ ہیں۔"

مدیر تکبیر، کراچی جناب صلاح الدین مرحوم مغرب کے ان غیر مستقل حقوق کی حقیقت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عالمی منشور کے حقوقِ انسانی مستقل اقدار ہیں اور نہ ہی ان کی حیثیت دائمی ہے۔ ان کے حقوق کا ماخذ تصوراتی یا پھر قانونِ حبس بے جا، میگنا کارٹا، قانونِ حقوق، فرانس کے منشور انسانی حقوق اور امریکی آئین کی دس ترمیمات کی طرح وہ دستاویزات ہیں جن کی نوعیت علاقائی ہے اور جو فرانس، امریکہ اور برطانیہ کے مخصوص سیاسی و معاشرتی حالات کی پیداوار ہیں۔ جب بھی ان حقوق کا مطالعہ اور تجزیہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس میں 'دستور کی ترمیمات' کا ایسا باب ضرور ہے جس کے ذریعے حکام نئی ترمیمات کے نفاذ، ان میں ترمیم و تنسیخ، ہنگامی حالات اور حاصل شدہ اختیارات سے اپنے لیے حسبِ منشا فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اس طرح ایک ایسا قدم جو کل تک غیر قانونی تھا، آج محض دستوری ترمیم کی وجہ سے جائز اور قانونی ہو جاتا ہے اور اس تبدیلی میں اخلاقی اُصول اور عدل وانصاف کا کوئی معروف ضابطہ حائل نہیں ہوتا ہے۔" [2]

اگست 1941ء میں منشور اوقیانوس Atlantic Charter پر دستخط ہوئے جس کے بارے میں برطانوی وزیر اعظم ونسٹن چرچل نے کہا کہ یہ 'انسانی حقوق کے منشور پر اتفاق کے ساتھ، جنگ کا خاتمہ' کا معاہدہ ہے۔

دوسری جنگِ عظیم کے بعد تحریری دساتیر میں بنیادی حقوق کی شمولیت مزید عام ہو گئی۔ فرانس نے اپنے ۱۹۴۶ء کے دستور میں '۱۷۸۹ء کے منشورِ انسانی حقوق و باشندگان' کو شامل کیا۔ اسی سال جاپان نے 'بنیادی حقوق' کو دستور کا حصہ بنایا۔ ۱۹۴۷ء میں اٹلی نے اپنے دستور میں انسانی حقوق کی ضمانت دی۔ [3]

ہر ملک کے دستور کی نظریاتی اساس میں انسانی حقوق کو بنیاد کے طور پر ذکر کر دیا جاتا ہے اور یہ دستور کا بنیادی اور اوّلین حصہ ہوتا ہے۔ گویا مغرب کی پروردہ جدید ریاست 'انسانی حقوق' کے تحفظ کے لئے کام کرتی ہے، اور اسی دستور میں عدالتوں کا بنیادی مقصد بھی واضح کر دیا جاتا ہے۔

اقوام متحدہ کے 'چارٹر برائے ریاستی حقوق وفرائض 1949ء' Declaration on Rights and Duties of States کے آرٹیکل نمبر 6 میں ہے:

Every State has the duty to treat all persons under its jurisdiction with respect for human rights and fundamental freedoms, without distinction as to race, sex, language, or religion.

"ہر ریاست کا فرض ہے کہ نسل، صنف، زبان اور مذہب کا امتیاز کئے بغیر اپنے دائرہ حکومت میں موجود شہریوں کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادی کا تحفظ کرے۔"

یعنی مغربی تصور ریاست کی رو سے دو چیزوں کا تحفظ کرنا ریاست کا اساسی فریضہ ہے:

انسانی حقوق اور بنیادی آزادی

اور چار چیزوں میں امتیاز نہ کرنا بھی اس کا فرض ہے:

۱۔نسل ۲۔زبان ۳۔صنف ۴۔مذہب

انسانی حقوق کا تعارف

انسانی حقوق کے چارٹر کے 30 آرٹیکلز میں درج ذیل انسانی حقوق متعارف کرائے گئے ہیں:

تحفظِ جان، ملکیت، ناموس، چار دیواری، تحفظ شخصی آزادی، تحفظِ عقیدہ وضمیر، حق مساوات، حصولِ انصاف، تحفظ حاصل محنت، سیاسی زندگی میں شرکت کا حق، تنظیم واجتماع کا حق، کفالت کا حق، آزادئ تحریر وتقریر، اور بلاثبوت مؤاخذے سے تحفظ کا حق وغیرہ

ان 30 آرٹیکلز کا تعلق شہری، سیاسی، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق سے ہے۔

چارٹر کے آرٹیکلز 3 تا 21 میں شہری اور سیاسی حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ان میں زندہ رہنے کا حق شامل ہے۔ فرد کی آزادی، غلامی سے آزادی، حکومت میں شریک ہونے کی آزادی اور سرکاری ملازمت کے حصول کے حقوق تسلیم کیے گئے ہیں۔

آرٹیکلز ۲۲ تا ۲۷ کا تعلق اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق سے ہے۔ اعلان کی آخری دفعات ۲۸ تا

۳۰ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ ہر شخص کو ایسے سماجی اور بین الاقوامی نظام میں رہنے کا حق ہے جس میں حقوق اور آزادی کو تسلیم کیا گیا ہو۔[4]

اسلام اور مغربی انسانی حقوق کے مابین اختلاف کے پہلو

پہلا اختلاف: اصطلاحات اور تراکیب کا اختلاط: مغربی انسانی حقوق کے 30 آرٹیکلز میں ایسے الفاظ اور تعبیرات استعمال کئے گئے ہیں، جو زیادہ سے زیادہ اقوام کے لئے قابل قبول ہوں۔ ان میں سے بہت سے الفاظ و تراکیب ایسی ہیں جو کثیر المعنیٰ ہیں۔ غالب طاقتیں ان کی تشریح کرتے وقت اپنے حالات و نظریات کی مناسبت سے فیصلہ کرتی ہیں، بطورِ مثال اہل مغرب کی تینوں بنیادی اصطلاحات کو لیجئے: آزادی، مساوات اور ترقی

اسلام میں 'آزادی' سے مراد 'غلام کے مقابلے میں آزاد' شخص ہے۔ جبکہ اہل مغرب کے ہاں آزادی کا تناظر 'مادر پدر آزادی' یعنی 'خالق کائنات اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے آزادی' کا مفہوم رکھتا ہے کیونکہ مغرب کی تحریک احیائے علوم نے مذہب یا الہامی ہدایات کو سب سے بڑی غلامی قرار دے کر انسانی عقل کی بنا پر اپنے فیصلے کرنے کو لبرٹی Liberty قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان آزادی کے اس مفہوم کو ارتداد سمجھتے ہوئے قبول نہیں کر سکتا۔

'مساوات' ایک عظیم اور مسلّمہ انسانی حق ہے لیکن اسلام میں اس سے مراد ایک نوعیت کے انسانوں کی باہمی مساوات یا مرد و عورت کی ثواب و عقاب میں مساوات ہے۔ جبکہ اہل مغرب کے ہاں اس سے مراد کافر و مسلم کی مساوات، فاسق و باعمل کی مساوات، جاہل و عالم کی مساوات، اور ازدواجی مساوات یا سیاسی مساوات ہے۔ ظاہر کہ مساوات کے یہ مفاہیم اسلام تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتے۔

یہی صورتحال 'ترقی' کی ہے۔ ترقی یعنی اُمور میں بہتری، اصلاح، سہولت، تنظیم اور زینت و ترتیب ہونی چاہیے اور اسلام نہ صرف اس کا قائل بلکہ اس کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن ترقی کا مطلب اگر یہ ہے کہ مذہب یا اسلامی ہدایات و احکام کو دقیانوسیت، روایت و بنیاد پرستی اور انتہاپسندی قرار دے کے آزاد فکری، روشن خیالی اور عقل پرستی کو ہی ترقی کی معراج قرار دے دیا جائے، شادی کو قدامت اور مرد و عورت میں تقسیم کار کو تنگ نظری بتادیا جائے تو پھر یہ ترقی کا وہ مفہوم ہے جس کا اسلام میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

دوسرا اختلاف: اسلام سے متضاد حقوق: بظاہر احتمالی الفاظ پر مشتمل انسانی حقوق کے اکثر آرٹیکلز، اسلام سے بھی ایک حد تک مطابقت رکھتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے مستند مسلمان اہل علم و دانش نے ان کثیر المراد الفاظ کی بنا پر انسانی حقوق کو قبول بھی کیا ہے۔ تاہم اسلام اور مغربی انسانی حقوق کے مابین بعض تضادات ایسے

ہیں جن کی کوئی اسلامی توجیہ ممکن نہیں ہے۔30 میں سے 24، 23 آرٹیکلز لفظی مشابہت رکھتے ہیں اور باقی اسلام سے براہِ راست مخالف ہیں۔ذیل میں ایسے آرٹیکلز کے مستند متن کو پیش کر دیا گیا ہے:

اوّل: حقوقِ آزادی

Article .4: No one shall be held in slavery or servitude; slavery and the slave trade shall be prohibited in all their forms.

"کوئی شخص غلام یا لونڈی بنا کر نہیں رکھا جا سکے گا، اور غلامی اور بردہ فروشی کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع قرار دی جائے گی۔"

پاکستانی دستور میں بھی اقوام متحدہ کے تقاضوں کے تحت 'باب اوّل: بنیادی حقوق' میں قرار دیا گیا ہے کہ

Article11: (1) Slavery is non-existent and forbidden and no law shall permit or facilitate its introduction into Pakistan in any form.

(2) All forms of forced labor and traffic in human beings are prohibited.

Article9: No person shall be deprived of life or liberty save in accordance with law.[6]

"آرٹیکل 11: (1) غلامی معدوم اور ممنوع ہے۔اور کوئی قانون کسی بھی صورت میں اسے پاکستان میں رواج دینے کی اجازت نہیں دے گا، یا سہولت بہم نہیں پہنچائے گا۔"

(2) بیگار کی تمام صورتوں اور انسانوں کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ نیز

آرٹیکل نمبر 9: کسی شخص کو بھی قانون کے تقاضوں کے مطابق زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا۔"

☆سعودی عرب کے قانون میں غلامی کی ممانعت یوں ہے:

سعودی عرب میں نظام مكافحة جرائم الاتّجار بالأشخاص (Anti-Trafficking in Person Law) میں غلامی اور اس کی موجودہ صورتوں کو ممنوع قرار دیتا ہے۔آرٹیکل ۲ کے مطابق

يحظر الاتجار بأي شخص بأي شكل من الأشكال بما في ذلك إكراهه أو

تهديده أو الاحتيال عليه أو خداعه أو خطفه، أو استغلال الوظيفة أو النفوذ، أو إساءة استعمال سلطة ما عليه، أو استغلال ضعفه، أو إعطاء مبالغ مالية أو مزايا أو تلقيها لنيل موافقة شخص له سيطرة على آخر من أجل الاعتداء الجنسي، أو العمل أو الخدمة قسرا، أو التسول، أو الاسترقاق أو الممارسات الشبيهة بالرق، أو الاستعباد، أو نزع الأعضاء، أو إجراء تجارب طبية عليه[7] .

اس آرٹیکل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظام افراد کا بیوپار بشمول جبر، جرائم، دھمکی، دھوکہ، اغوا، روزگار یا اثر ورسوخ کے ذریعے استحصال، طاقت کا ناجائز استعمال، اس کی کمزوری کا استحصال، پیسہ یا فوائد دینے یا کسی شخص کی رضامندیاں حاصل کرنے کے لیے جنسی حملہ، جبری مزدوری یا بیگار، بھیک مانگنا، غلامی یا غلامی سے مماثل معاملات، اسیری، اعضا کی تبدیلی یا اس پر میڈیکل ٹیسٹ وغیرہ، کسی بھی صورت میں ممنوع قرار دیتا ہے۔

اور سعودی قانون میں اس جرم کی سزائیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ آرٹیکل ۳ کے مطابق اگر کوئی انسانی بیوپار، غلامی یا مندرجہ بالا کسی بھی جرم میں ملوث ثابت ہوا تو اسے زیادہ سے زیادہ پندرہ سال کی قید یا ایک ملین ریال کا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

تبصرہ: غلامی کی بنیادی طور پر تین وجوہات ہیں: غربت، جہالت اور جنگ

اسلام میں لالچ، نفرت، حقارت، اور دوسروں پر غلبہ پانے کی غرض سے تو غلامی ایک ناجائز عمل ہے۔ غربت اور جہالت کا اسلام ہر صورت میں خاتمہ چاہتا ہے۔ تاہم جنگ کی صورت میں غلامی دراصل جذبہ رحم کی ایک شکل ہے۔ جب دو گروہوں کی لڑائی میں بعض لوگ قیدی بن جائیں، تو یا انہیں تہ تیغ کیا جاتا ہے یا غلام بنالیا جاتا ہے، اور آزاد اس لئے نہیں کیا جاتا تاکہ دوبارہ جنگ میں مقابل نہ آئیں۔ تو اسلام نے ازراہِ ترحم دیگر جنگی مظالم کی بجائے غلامی کو گوارا کیا، اور اس کے بعد فدیہ، کفارات، مکاتبت، مدبر، ام ولد اور ان سے حسن سلوک کے ایسے غیر معمولی احکام دیے کہ غلامی آخر کار ختم ہو جاتی ہے۔

اسلام نے غلاموں سے حسن سلوک کی ایسی تعلیمات دیں کہ مسلمانوں میں بہت سے غلام دین میں امامت وفتویٰ اور سیاسی قیادت (عامل، گورنر) کے مقام پر بھی فائز رہے ہیں۔ جیسے برصغیر کی مسلمان حکومت کی بنیاد رکھنے والے سلطان قطب الدین ایبک (م1210ء) اور اس خاندانِ غلاماں کی دہلی پر حکومت 1290ء تک قائم رہی۔ اور مصر کے ممالیک سلاطین جن کی حکومت 1250ء تا 1517ء قائم رہی۔ بطور خاص سلطان سیف الدین قایتبائی (م1496ء)۔ یہ دونوں سلاطین (ایبک اور قایتبائی) باقاعدہ فروخت ہونے والے غلام تھے۔

غلاموں سے حسن سلوک کی ہدایت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

«هُمْ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ أَخَاهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا يُكَلِّفُهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهُ، فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ»

" یہ غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالی نے انہیں تمہاری ماتحتی میں دیا ہے، پس اللہ تعالی جس کی ماتحتی میں بھی اس کے بھائی کو رکھے تو اسے چاہیے کہ جو وہ کھائے اسے بھی کھلائے اور جو وہ پہنے اسے بھی پہنائے اور اسے ایسا کام کرنے کے لیے نہ کہے، جو اس کے بس میں نہ ہو اگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کے لیے کہنا ہی پڑے تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔"

دوم: مجرم کے حقوق

Article 5. No one shall be subjected to torture or to cruel, inhuman or degrading treatment or punishment.

"کسی شخص کو جسمانی اذیت، ظالمانہ سلوک، انسانیت سوز، ذلیل سلوک یا سزا نہیں دی جائے گی۔"

اقوام متحدہ کے عالمی منشور انسانیت کے اس آرٹیکل سے مراد یہ ہے کہ سنگین جسمانی سزائیں دینا درست نہیں، نیز مجرم کو علانیہ سزا بھی نہیں دی جاسکتی۔ اور تمام رکن ریاستیں، اس عہد کو یقینی بنائیں۔

تبصرہ: اسلام کا نظام جرم و سزا مجرم سے رعایت کا داعی نہیں ہے، اور قرآنِ مجید میں ﴿ وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾(النور:2) "دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہو۔" میں کھلے عام سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ بہت سی احادیث میں کھلے عام سزاؤں کا تذکرہ ملتا ہے۔ نیز اسلامی سزائیں جسمانی نوعیت کی ہیں، کیونکہ اس طرح امیر و غریب ہر شخص ان کے ارتکاب سے گھبراتا ہے، جبکہ مالی سزائیں صرف غریب لوگوں کو سزا سے روکنے میں مؤثر ثابت ہوتی ہیں۔ جس طرح جسم کے کسی عضو کے خراب ہو جانے یا خرابی کا باعث بننے پر اس کو کاٹنا پڑتا ہے، اس طرح معاشرے کے سماجی جسد میں مجرم ایسا شخص ہے کہ اس کو کاٹ دینا ہی بہتر ہے، اسی میں بقول قرآن معاشرے کی حیات ہے۔

﴿ وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾(البقرۃ:179)

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جسمانی سزاؤں کے خوف سے لوگوں میں جرائم کی شرح انتہائی کم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ سعودی عرب میں چوری پر ہاتھ کاٹنے کی قرآنی سزا کے نفاذ کا نتیجہ یہ ہے کہ قیام کے 70 برس گزر جانے کے بعد بھی، ملک بھر میں کل 50 مجرموں پر ہی سزائے سرقہ نافذ کی گئی ہے۔ کیونکہ اس جرم کا وقوع ہی بہت نادر رہے۔ یہی بات شاہ فیصل شہید نے نیویارک میں ایک سوال کے جواب میں کہی تھی:

''آج سے 40 سال قبل شاہ فیصل مرحوم سے دورۂ امریکہ میں ایک مشہور یونیورسٹی میں ایک پروفیسر نے سوال کیا سعودی عرب میں سزائے موت کیوں ہے؟ جبکہ امریکہ جیسے مہذب ملک میں قتل کے بدلے قید کی سزا ہوتی ہے۔اس کے جواب میں مرحوم شاہ فیصل نے دو دلائل دیئے ۔پہلا: آپ کا قانون مظلوم کو انصاف دینے کے بجائے ظالم کو بچانے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ اور صرف ایک کمزور دلیل پر رہا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے صرف نیویارک میں ہر سال 10 ہزار سے زیادہ بچیوں اور خواتین کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے اور ملزم چند سال گزار کر رہا ہو جاتا ہے۔ اُنہوں نے بتایا کہ صرف نیویارک میں 8 ہزار سے زیادہ اس سال قتل ہو چکے ہیں۔ جواب میں 5 ہزار کے قریب افراد پکڑے گئے جن کو 14 سال کی سزا ہوئی جو کٹ کر آدھی رہ جائے گی۔ بتایا جائے مقتول کو کہاں انصاف ملا؟ جبکہ نیویاریک سے 5 گنا بڑے ملک سعودی عرب میں پورے سال میں 10 قتل ہوئے۔ ہم نے ان قاتلوں کو چند ہفتوں میں مجرم ثابت کر کے ان کے سر قلم کر دیے۔ایک طرف مقتول خاندان کو انصاف مل گیا تو دوسری طرف کروڑوں افراد کو سبق مل گیا کہ قاتل بچ نہیں سکتا اور قتل کرنے سے پہلے 100 دفعہ سوچے گا۔ بتائیں صرف 10 ء افراد کی قربانی دے کر ہم نے کروڑوں افراد کو تحفظ فراہم کر کے مثال قائم کر دی ہے۔ آپ کا مہذب معاشرہ پانچ ہزار افراد کو سزائیں دے کر بھی تحفظ فراہم نہ کر سکا تو ظالم آپ ہوئے یا ہم۔''[9]

پاکستان میں صدر ضیاء الحق کے دور حکومت میں پپو کیس کے مجرموں کو سر عام سزا دی گئی، تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً 300 روز تک اس نوعیت کا واقعہ نہ تو رونما ہوا اور نہ ہی رپورٹ۔ ملک بھر میں اگلے چھ ماہ جرائم کی شرح انتہائی حد تک کم ہو گئی۔نوائے وقت کی کالم نگار طیبہ ضیا لکھتی ہیں:

''فیروز پور روڈ لاہور پر کیمپ جیل کے سامنے کمسن پپو نامی مقتول کے تین قاتلوں کو سر عام پھانسی دی گئی تھی تو اس واقعہ کی بہت شہرت ہوئی۔ تاہم بعض لوگوں بالخصوص ہیومن رائٹس کے علمبرداروں نے اس پر احتجاج بھی کیا تھا۔ضیاء الحق مرحوم ایک مجلس میں گفتگو کر رہے تھے کہ کسی نے یہ اعتراض اٹھایا۔ضیاء الحق نے موقع پر موجود لوگوں سے کہا کہ آپ کا خیال کیا ہے؟ کیا یہ زیادتی ہے۔ میں بھی اس گفتگو میں شامل تھا۔ چنانچہ میں نے کہا: ہرگز نہیں کیونکہ انصاف کے تمام تقاضے پورے کرنے اور عدالتی عمل سے گزرنے کے بعد سزا ہوئی تھی صرف سر عام پھانسی دینے پر اعتراض ہو رہا ہے لیکن میری رائے ہے کہ لوگوں کو اس واقعے سے عبرت دلانے کیلئے یہ اچھا قدم تھا کیونکہ معصوم بچے کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کے مجرموں کو سب کے سامنے کیفر کردار تک پہنچانے پر کسی صاحب اولاد کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔''[10]

☆اہل مغرب جسمانی سزاؤں کو انسانیت کی توہین قرار دے کر ناجائز قرار دیتے ہیں۔ تو دوسری طرف باکسنگ اور اس سے ملتے جلتے انسانیت سوز کھیلوں کو تفریح کے نام پر دنیا بھر میں رواج دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کھیل اور تفریح میں انسانیت کے احترام کا محافظ ہونے کے ناطے انسانی چہرے کو اذیت اور انسانی وجود کو نقصان پہنچانے والے کھیلوں کا مخالف ہے، جبکہ اگر شخص کوئی سنگین معاشرتی جرم کرلے، تو ایسے مجرم کو رحم کی نظر سے دیکھنے کی بجائے اس کو سنگین سزا دینے کا داعی ہے، تاکہ دوبارہ معاشرے میں ایسا جرم ممکن ہی نہ ہو سکے۔

سو ایسے شخص کے حقوق کا زیادہ تحفظ کرنے کی ضرورت نہیں جس نے انسانوں کے حقوق کو پامال کردیا، بلکہ اس کو قرارِ واقعی سزا دینے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

﴿وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۟﴾

"اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔ اور جسے اللہ ذلیل و خوار کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں اور اللہ وہی کچھ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔" (الحج:18)

اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ساری عزتیں ہیں اور سب فیصلے اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس خالق کائنات کو ہی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے حق میں زیادتی کرنے والوں کے بارے میں عدل کا ضابطہ پیش فرمائے۔ سو جب کوئی شخص کسی دوسرے کے حق میں دخل اندازی کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ایسے مجرم کو حق دینے کی بجائے سرعام سزا دینے کا ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ نے رسوائی دے دی، اس کو دنیا میں کون عزت دے سکتا ہے؟

سوم: صنفی حقوق (کامل مساوات)

اقوام متحدہ کے 'عالمی منشورِ انسانیت' کے دو آرٹیکلز میں ہے:

Article 16.: (1) Men and women of full age, without any limitation due to race, nationality or religion, have the right to marry and to found a family. They are entitled to equal rights as to marriage, during marriage and at its dissolution.

"بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے، شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق حاصل ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی، اور

نکاح کو فسخ کرنے کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔"

Article 23.: (2) Everyone, without any discrimination, has the right to equal pay for equal work.

"ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لئے مساوی معاوضے کا حق ہے۔"

اقوام متحدہ کا یہی قانون دستور پاکستان کے آرٹیکل نمبر 25 میں بھی ان الفاظ سے موجود ہے:

(1) All citizens are equal before law and are entitled to equal protection of law.

(2) There shall be no discrimination on the basis of sex.

(3) Nothing in this Article shall prevent the State from making any special provision for the protection of women and children.[11]

"(1) تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانونی تحفظ کے مساوی طور پر حق دار ہیں۔ (2) جنس کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا۔(3) اس آرٹیکل میں مذکور کوئی امر عورتوں اور بچوں کے تحفظ کے لیے مملکت کی طرف سے کوئی خاص اہتمام کرنے میں مانع نہ ہو گا۔"

اس قانون میں دلچسپ بات یہ ہے کہ مردوزن کی کلی مساوات کی یقین دہانی کے بعد یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ مساوات کے قانون سے فائدہ اٹھانے کی اجازت صرف خواتین کو ہے، اور مرد حضرات کے خلاف اگر کوئی امتیازی قانون بنالیا جائے تو وہ مساوات کی بنا پر اس کو ختم کرنے کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ گویا عورتوں اور بچوں کے لئے مملکت کی طرف سے امتیاز برتا جاسکتا ہے۔

بعینہٖ یہی قانون بھارتی دستور کے آرٹیکل 15 میں یوں ہے:

(1) The State shall not discriminate against any citizen on grounds only of religion, race, caste, sex, place of birth or any of them.

اس قانون میں بھی شق نمبر 3 میں ہوبہو یہ قرار دیا گیا ہے کہ اس کی بنا پر ریاست کو عورتوں اور بچوں کی ترقی سے متعلق امتیازی قوانین بنانے کی ممانعت نہیں ہو گی۔

مردوزن کے مابین کلی مساوات پر مبنی ایسا ہی قانون اسلامی ملک الجزائر کے دستور میں بھی ہے:

Article 29: The citizens shall be equal before the law without any discrimination on the basis of birth, race, gender, opinion or any other personal or social condition or circumstances.[12]

دراصل پاکستان والجزائر وغیرہ میں یہ قانون بھارت کی طرح بہت سے سیکولر ممالک سے ماخوذ ہے، جیسا کہ وسط افریقی ملک چاڈ Chad کے دستور میں بھی صنفی امتیاز کو بالکل کالعدم قرار دیا گیا ہے:

Chadians of both sexes have the same rights and the same duties. They are equal before the law.[13]

The State assures to all equality before the law without distinction of origin, of race, of sex, of religion, of political opinion or of social position. It has the duty to see to the elimination of all the forms of discrimination with regard to women and to assure the protection of their rights in all the domains of private and public life.[14]

تبصرہ: مذکورہ بالا آرٹیکلز میں عورت اور مرد کے شادی اور جدائی کے حقوق اور ملازمت کے حقوق میں کامل مساوات کو یقینی بنانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ حالانکہ ثواب وعقاب میں تو مرد وزن یکساں ہیں، لیکن اپنے خانگی فرائض میں خواہش اور قانون کے باوجود یکسانیت ممکن ہی نہیں۔ جیسے مرد خواہش کے باوجود حمل اور رضاعت کی ذمہ داری نہیں اُٹھا سکتا۔ مرد کا اولاد کی پرورش کرنا، اور سارا دن گھر میں بیٹھ کر کھانا پکانے کھلانے، یا گھر داری کرتے ہوئے کپڑے سینے، دھونے اور خدمت کے فرائض سنبھالنا دنیا بھر کی سماجی روایات کے خلاف ہے۔

اس مساواتی نظریہ کی بنا پر طلاق میں عورت کو بھی ایک جملہ بول دینے سے مرد کی طرح جدائی کا اختیار ملنا چاہیے، پھر عورت کو بھی چار مردوں سے نکاح کی اجازت ہونی چاہئے جو اسلامی تعلیمات سے مذاق ہے۔ اسلام میں نکاح میں مرد وعورت کی رضامندی ضروری ہے، لیکن دونوں کا طریقہ مختلف ہے، جدائی کا اختیار دونوں کے پاس ہے، مگر دونوں کا طریقہ مختلف ہے۔ نیز اسلامی ازدواج میں مرد کو نان نفقہ اور عورت کو مرد کی اطاعت کی تلقین کئی احادیث میں کی گئی ہے۔ عورت کو حق مہر ملتا ہے، اور مرد اس کو حق مہر دیتا ہے، اس

میں یکسانیت بھی شرعی تعلیمات سے انحراف ہے۔یہ بجا کہ اسلام میں عورت کے لئے بھی ملازمت کرنا جائز ہے، لیکن اسے عورت کا گھریلو فریضہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مسلم خواتین نبی کریم ﷺ کی ہدایات کے مطابق گھر داری، بچوں کی تربیت اور شوہر کی ذمہ داری سے جب فراغت پائیں تو ان کے لئے ایسی ملازمت کرنا جائز ہے جب مرد وزن سے اختلاط اور خواتین کے تحفظ کے مسائل پیدا نہ ہوتے ہیں۔اس بنا پر مرد و عورت کے مابین ہمہ نوعیتی مساوات کو انسانی حق قرار دینا بھی خلافِ شریعت ہے۔

اسلام مرد وزن کے مابین مساوات کی بجائے عدل کا تصور پیش کرتا ہے۔جو مساوات سے جامع تر ہے، یعنی 'اوصاف اور فرائض کی مناسبت سے شریعت کے مطابق انصاف کرنا۔'

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی روسے درج ذیل شرعی احکام کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا جاتا ہے:

- شادی میں مذہب کی شرط
- کفو اور ولایت کے احکام
- عورت کے لیے طلاق دینے کا حق تسلیم نہ کرنا
- خاندانی ماحول میں مرد کا حاکم ہونا
- کم سنی کی شادی

جبکہ نکاح، ولایت، کفو، شادی کے لیے مسلمان ہونے کی شرط، مرد کو حقِ طلاق اور عورت کا حقِ خلع اور مرد کی قوامیت اسلام میں نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہیں۔جن کے ساتھ آج اسلامی ممالک میں بھی 'انسانی حقوق اور مساوات' کے نام پر کھلواڑ کیا جارہا ہے۔

اسی بنا پر بعض اسلامی ممالک نے مغرب کے صنفی تصورِ مساوات کو مطلق کی بجائے مشروط و محدود قرار دیا ہے، جیسا کہ ایران کا دستور 1979ء مرد و عورت تمام شہریوں کو ایسے برابر قانونی حقوق عطا کرتا ہے جو شریعت سے مقید ہیں۔ایران کے دستور کے آرٹیکل 3 میں حکومت کی یہ ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں:

Members of the nation, whether man or woman, are equally protected by the law. They enjoy all the human, political, economic, social, and cultural rights that are in compliance with the Islamic criteria.[15]

"قوم کے تمام افراد خواہ مرد یا خواتین برابر طور پر قانون کی حمایت سے مستفید ہیں اور یہ سب افراد اسلامی اصولوں کے مطابق انسانی ،سیاسی ، اقتصادی ، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کے حامل ہیں۔"

اور سعودی عرب کے انسانی حقوق کمیشن هيئة حقوق الانسان کی سرکاری ویب سائٹ کے مطابق

وتوجب أنظمة المملكة على جميع أجهزة الدولة إنصاف الإنسان أيًا كانت ديانته أو عرقه أو جنسه أو جنسيته.[16]

"مملکتِ سعودی عرب کے قوانین حکومت کے تمام عناصر پر مذہب، نسل، جنس اور قوم کے امتیاز کے بغیر انسانی اکرام وانصاف کو ضروری ٹھہراتے ہیں۔"

تاہم دوسری طرف اس کمیشن پر بالاتر سعودی دستور کا آرٹیکل 8، صنفی مساوات کو محدود اور مقید کرتا ہے: equality in accordance with the Islamic Shari'ah۔ ملاحظہ کریں:

المادة الثامنة: يقوم الحكم في المملكة العربية السعودية على أساس العدل والشورى والمساواة، وفق الشريعة الإسلامية.[17]

"آرٹیکل نمبر 8: حکومت، شریعت اسلامی کے مطابق عدل وانصاف، شورائیت اور مساوات جیسے بنیادی اُصولوں پر قائم رہے گی۔"

اور اسی سعودی دستور 1992ء کے آرٹیکل نمبر 26 میں بھی ہے:

المادة السادسة والعشرون: تحمى الدولة حقوق الإنسان وفق الشريعة الإسلامية.

"آرٹیکل 26: مملکت شریعتِ اسلامیہ کے مطابق حقوقِ انسانی کی حفاظت کرے گی۔"

ان دونوں آرٹیکلز میں مساوات اور انسانی حقوق کو مطلق چھوڑ دینے کی بجائے شریعتِ اسلامیہ کے احکام سے مقید کر دیا گیا ہے۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو دستور پاکستان 1973ء کے مؤثر حصے قرار دادِ مقاصد میں بھی ایسے ہی الفاظ موجود ہیں کہ

"پاکستان میں جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور عدلِ عمرانی کے اُصولوں پر جیسا کہ اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، پوری طرح عمل کیا جائے گا۔"

لیکن جب ان کے مقابل دستور پاکستان کا مکمل اور مؤثر آرٹیکل نمبر 25 موجود ہے، تو اس کی تاثیر غالب قرار پائے گی۔ جبکہ صنفی مساوات کی ضمانت دینے والا ایسا دوٹوک آرٹیکل سعودی دستور میں نہیں ہے۔

چہارم: سیاسی حقوق

اقوام متحدہ کے عالمی منشور انسانیت میں ہے:

Article 20: (1) Everyone has the right to freedom of

peaceful assembly and association.

Article 21: (1) Everyone has the right to take part in the government of his country, directly or through freely chosen representatives.

(3) The will of the people shall be the basis of the authority of government; this will shall be expressed in periodic and genuine elections which shall be by universal and equal suffrage and shall be held by secret vote or by equivalent free voting procedures.

" آرٹیکل 20: (1)ہر شخص کو پر امن طریقے پر ملنے جلنے، اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

آرٹیکل 21:(1)ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کئے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(3)عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہو گی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی سے ہوں گے۔ اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مساوی کسی دوسرے آزادانہ طریق رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔"

تبصرہ: اس آرٹیکل میں مغربی تصور معاشرہ پر انحصار کرتے ہوئے سیاسی تکثیریت Political Pluralism پر مبنی نظام کو تحفظ دیا گیا ہے، جبکہ اسلام میں سماجی انجمنیں تو ہیں، لیکن ایک سے زیادہ ایسی سیاسی جماعتیں جو سب اقتدار کے حصول کے لئے عوامی جدوجہد کرتی ہوں، کا تصور اسلامی سیاسیات میں نہیں پایا جاتا۔ پھر ہر فرد کا یہ سیاسی حق قرار دینا کہ وہ ملک کی حکومت میں حصہ لے، بھی اہل مغرب کا ہی عطا کردہ سیاسی حق ہے۔ اسلام میں یہ حق کی بجائے فرض ہے، جس کا تعین ارکانِ شوریٰ کے ذمے ہے کہ وہ کس کو کسی منصب کے لئے مقرر کرتے ہیں۔ پھر آرٹیکل 21 کی شق 3 تو سراسر جمہوریت نوازی ہے جو مغرب میں دو صدیوں قبل متعارف ہونے والا سیاسی نظام ہے کہ حکومت عوام یعنی نیچے سے اوپر کو جائے گی۔ جبکہ اسلام میں حاکم اللہ تعالیٰ ہے، اور اس کے حکم پر عمل پیرا اصحابِ علم و عمل لوگ یعنی اہل شوریٰ الٰہی ہدایات کے تحت مخصوص اوصاف کے حامل لوگوں کو مناصب دیتے ہیں۔ پھر ووٹنگ کا طریقہ بھی اسلام کی 13 صدیوں پر محیط تاریخ میں کہیں نہیں پایا جاتا، کیونکہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی جمعیت منتشر ہو کر، سیاسی

افتراق اور مفادات پر مبنی پارٹی بازی جنم لیتی ہے۔ مسلمانوں میں تو بیعت کا نظام ہے جو حاکم مقرر ہونے کے بعد اس کی اطاعت کا معاہدہ ہوتا ہے، نہ کہ اس کو منتخب کرنے کا طریقہ۔

عالمی منشور کا یہ آرٹیکل ایک طرف معاشرے میں افتراق و پارٹی بازی یعنی سیاسی فرقہ واریت اور دوسری طرف ایک ملت کے ماننے والوں کو دسیوں ممالک میں تقسیم کرتا ہے، یعنی 'وطن پرستی' کے الحادی نظریہ کا داعی اور محافظ ہے۔ جبکہ اسلام ان دونوں صورتوں کی شدت سے نفی کرتا ہے، ملت کے لئے جسدِ واحد اور مسلمانوں کو ایک سیاسی طور پر بھی ایک جماعت ہونے کی ہدایت کرتا ہے۔

مذکورہ بالا سیاسی حقوق کا اطلاق اشتراکی ممالک میں بھی نہیں ہوتا، جیسا کہ چین میں عوام کا حکومت میں کوئی دخل نہیں اور چین کمیونسٹ پارٹی کے ممبران ہی اپنے پانچ سالہ صدر کا انتخاب[18] کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلام میں سیاسی جماعتوں کی کثرت، سیاسی کھینچا تانی، عوام کی سیاسی عمل میں بنیادی شرکت، اور ووٹنگ وغیرہ ایسے حقوق ہیں، جن کی تائید شریعت سے نہیں ملتی۔

☆اقوام متحدہ کے عالمی منشور انسانیت میں یہ بھی ہے:

Article 2: Everyone is entitled to all the rights and freedoms set forth in this Declaration, without distinction of any kind, such as race, colour, sex, language, religion, political or other opinion, national or social origin, property, birth or other status. Furthermore, no distinction shall be made on the basis of the political, jurisdictional or international status of the country or territory to which a person belongs, whether it be independent, trust, non-self-governing or under any other limitation of sovereignty.

"ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، اور سیاسی تفریق، یا کسی قسم کے عقیدے، قوم، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اس کے علاوہ جس شخص یا ملک سے جو شخص تعلق رکھتا ہے، اس کی سیاسی کیفیت، دائرہ اختیار، یا بین الاقوامی حیثیت کی بنا پر اس سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ چاہے وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا سیاسی اقتدار

کے لحاظ سے کسی دوسری بندش کا پابند ہو۔"

تبصرہ: اس آرٹیکل میں مذکور رنگ، نسل، زبان، مالی و خاندانی حیثیت کی بنا پر امتیاز کی مخالفت کی تائید تو نبی کریم کے خطبہ حجۃ الوداع سے ہوتی ہے، لیکن مذہب اور صنف کی بنا پر اسلام میں بہت سے امتیازات کو قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ غیر مسلم، مسلمانوں کا حاکم، قاضی اور رکن شوریٰ نہیں بن سکتا۔ مسلم حکمران غیر مسلموں سے زکاۃ وصول نہیں کر سکتا۔ اسی طرح عورت، مسلمانوں کی حاکم، نماز کی امام اور جمعہ کی خطیب نہیں بن سکتی۔ یہ آرٹیکل بھی مغرب کے اپنے تصورات کا چربہ ہے۔

پنجم: مذہبی حقوق (آزادیٔ رائے اور آزادیٔ اظہار)

اقوام متحدہ کے عالمی منشورِ انسانیت میں ہے:

Article 18: Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion; this right includes freedom to change his religion or belief, and freedom, either alone or in community with others and in public or private, to manifest his religion or belief in teaching, practice, worship and observance.

"ہر شخص کو **آزادی فکر**، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور پبلک میں یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل جل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت، اور مذہبی رسمیں پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔"

تبصرہ: اس آرٹیکل کی بنا پر اسلام میں ارتداد کی سزا پر اعتراض کیا جاتا ہے، جو قرآن کریم اور نبی کریم کے واضح فرامین اور خلافت راشدہ کے فیصلوں سے واضح ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانِهِ، أَوْ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ، أَوِ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ»[19]

"کسی مسلمان شخص کا خون بہانا جائز نہیں مگر (تین آدمیوں کا:) وہ آدمی جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا اور وہ شخص جس نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا یا قاتل کو قصاص میں مارا جائے گا۔"

جس طرح ہر ریاست اپنے سے بغاوت کرنے والے کو سزائے قتل دیتی ہے، پاکستان کا قانون دیکھیں:

"آرٹیکل 6: سنگین غداری: کوئی بھی شخص جو طاقت کے استعمال یا طاقت سے یا دیگر غیر آئینی ذریعے سے دستور کی تنسیخ کرے، تخریب کرے، یا معطل کرے، یا التوا میں رکھے یا اقدام کرے، یا تنسیخ کرنے کی سازش کرے، یا تخریب کرے، یا معطل یا التوا میں رکھے، سنگین غداری کا مرتکب ہو گا۔"[20]

جب ریاست یعنی وطن سے غداری کی سزا موت مقرر کی گئی ہے تو پھر اسلام یا نبی کریم ﷺ جو سب سے مبارک و معتبر ہستی ہیں، اور ان کے حقوق ریاست سے بھی بڑھ کر زیادہ محترم و مقدس ہیں، تو ان سے بغاوت کرنے کی سزا قتل کیوں نہیں ہو سکتی؟

پھر جس طرح فوج یا کسی یونیورسٹی میں داخلہ لینے کی تو ہر شخص کو آزادی ہے، لیکن داخلہ لینے کے بعد وہ اس ادارے کے قوانین کا پابند ہو جاتا ہے، اور فوج اپنے ہاں تربیت حاصل کرنے والوں کو اجازت نہیں دیتی کہ عام شہری عدالتوں میں وہ قانون کا دروازہ کھٹکھٹائے، یا فوج کی ملازمت ترک کرے۔ یا کسی یونیورسٹی میں زیر تعلیم طالب علم اگر تعلیم ادھوری چھوڑ کر کسی اور تعلیمی ادارے میں جانا چاہے تو یونیورسٹی انتظامیہ اس کے خلاف انضباطی کاروائی کرتی ہے، اور ان سب اقدامات کو کسی فرد کی آزادی کے خلاف نہیں سمجھا جاتا کیونکہ اس نے پوری آزادی سے ان قوانین کو منظور کر کے اپنے اوپر لاگو کیا ہوتا ہے، اسی طرح اسلام کی سزائے ارتداد بھی ہے کہ اسلام میں داخل ہونے کی کوئی پابندی نہیں ہے، لیکن اسلام میں داخل ہونے والوں کو یہ علم ہونا چاہیے کہ یہاں سے نکلنے کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ چنانچہ اپنی آزاد مرضی سے اسلام کو قبول کرنے والا، اپنی مرضی سے ہی سزائے ارتداد کو بھی قبول کرتا ہے، تو یہ کیونکر مذہبی جبر کہلا سکتا ہے۔

پاکستان میں ارتداد کا شرعی قانون تو نافذ نہیں ہے، تاہم پاکستان میں توہین رسالت کا قانون (295سی) اور 298بی اور سی کے تحت (قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے بعد) اسلام کے نام اور شعائر کو استعمال کرنے اور دھوکہ دہی یا مغالطہ آرائی کی اجازت نہیں ہے۔ وہ اپنے مذہب کی مستقل علامتیں، اصطلاحات، اور القابات استعمال کر کے اس کو فروغ بھی دے سکتے ہیں، لیکن اسلام کے طور پر ایسا کرنا ان کے لئے قانوناً جرم ہے، کیونکہ دھوکہ دہی اور خلافِ واقعہ دعوے کو پوری دنیا کے قوانین 'انسانی حق سمجھنے' کے بجائے جرم سمجھتے ہیں۔ ان دو قوانین کی بنا پر پاکستان کو دنیا بھر میں مطعون کیا جاتا ہے۔ کبھی انہیں آزادی اظہار کے خلاف قرار دیا جاتا ہے اور کبھی آزادئ تبلیغ کے خلاف، حالانکہ یہ سب مغالطہ آرائی ہے کیونکہ قادیانیوں کو پاکستان میں اپنا عقیدہ اختیار کرنے کی تو پوری آزادی ہے، لیکن قادیانیت کو اسلام قرار دینے کی آزادی نہیں ہے جو عین قانونی بات ہے۔ قادیانیوں کے خلاف ان خود ساختہ مظالم کی بنا پر امریکہ نے حال ہی میں پاکستان کی صورت حال کو پریشان کن قرار دیتے ہوئے کہا ہے:

"22دسمبر 2017ء کو امریکی وزیر خارجہ نے ترمیم شدہ بین الاقوامی مذہبی آزادی ایکٹ 1998ء کے تحت پاکستان کو مذہبی آزادی کی سنگین خلاف ورزیوں میں ملوث ہونے یاان کو گوارا کرنے کی پاداش میں خصوصی واچ لسٹ میں شامل کر دیا۔"[21]

جہاں تک توہین مذہب کے قوانین کی بات ہے توایسے قوانین دنیاکے 76 ممالک میں پائے جاتے ہیں، اور حال ہی میں یورپی یونین کی عدالت نے توہین رسالت کرنے کوانسانی حقوق کے منافی قرار دے دیاہے:

"یورپی یونین کی عدالت برائے انسانی حقوق (EHCR) نے کہاہے کہ پیغمبرِ اسلام کی توہین 'آزادیِ اظہار کی جائز حدوں سے تجاوز کرتی ہے' اور 'اس کی وجہ سے تعصّب کو ہوامل سکتی ہے اور اس سے مذہبی امن خطرے میں پڑ سکتاہے۔'

ای ایس نامی آسٹرین عورت نے یورپی یونین کے قانون کی انسانی حقوق کے بارے میں شق نمبر 10 کا سہارا لیتے ہوئے یورپی عدالت میں اپیل کی تھی کہ مقامی عدالتیں ان کی آزادیِ اظہار کے حق کاتحفظ کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ اپنے فیصلے میں ECHR نے کہاکہ 'عدالت کو معلوم ہوا کہ مقامی عدالتوں نے سائل کے بیانات کا بھرپور جائزہ لیااور انھوں نے ان کی آزادیِ اظہار اور دوسروں کے مذہبی احساسات کو حق کے درمیان بڑی احتیاط سے توازن برقرار رکھاہے، اور آسٹریا میں مذہبی امن وامان برقرار رکھنے کے جائز حق کی پاسداری کی ہے۔ ای ایس کے بیانات معروضی بحث کی جائز حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور انھیں پیغمبرِ اسلام پر حملہ قرار دیاجاسکتاہے، جس سے تعصب کو ہوامل سکتی ہے۔' یہ فیصلہ ججوں کے سات رکنی پینل نے دیا۔"[22]

اس سے قبل 2014ء میں فرانس کے چارلی ایبڈو نے نبی کریم ﷺ کے فرضی اور دہشت گردی سے منسوب خاکے بنائے، اور فرانسیسی حکومت اس کو جائز قرار دے کر اس 'انسانی حق' کا تحفظ کرتی آئی ہے۔ سلمان رشدی نے 'شیطانی آیات' نامی کتاب میں نبی کریم ﷺ اور ازواجِ مطہرات پر کیچڑ اچھالا اور برطانیہ نے انسانی حق کے طور پر اسے تحفظ دیاہواہے۔ نیدرلینڈ کے سیاستدان گیرٹ وائلڈر نے 2008 میں اسلام کے خلاف 'فتنہ' نامی فلم میں آزادی اظہار کے نام پر مسلمانوں اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں کئی غلط باتیں پیش کیں۔ اور یہ تمام ظلم انسانی حقوق کے 'نظریہ آزادی اظہار' کے نام پر کئے جاتے ہیں۔

جناب محمد متین خالد نے اپنی کتاب 'آزادئ اظہار کے نام پر' میں مغرب کے اس منافقانہ طرزِ عمل پر کڑی تنقید کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ

"مغربی دنیا اسلام اور رسول اکرم ﷺ کی توہین کے لیے 'آزادئ اظہار' کے تصور کا سہارا لیتے ہے۔ لیکن آزادئ اظہار کے دائرے میں بھی اہل مغرب کا طرزِ عمل تضادات سے بھرا

ہوا اور ناقابلِ قبول ہے۔ مغرب میں آزادیٔ اظہار کا جو مفہوم ہے، اس کے دائرے میں آزادیٔ اظہار فرد کو 'تنقید' کا حق دیتی ہے، 'توہین و تحقیر' کا نہیں جبکہ مغرب توہین و تحقیر کر رہا ہے۔ مسلمانوں تمام پیغمبروں کو اس 'تنقید' سے بھی بالاتر سمجھتے ہیں۔ مغرب کی آزادیٔ اظہار 'آزادیٔ اظہار' نہیں ہے بلکہ ایک فکری و نفسیاتی دہشت گردی ہے۔"[23]

یاد رہے کہ اظہارِ رائے اور تبلیغ پر انسانی حقوق کا یہ مستقل آرٹیکل بھی موجود ہے:

Article 19: Everyone has the right to freedom of opinion and expression; this right includes freedom to hold opinions without interference and to seek, receive and impart information and ideas through any media and regardless of frontiers.

"ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنی رائے قائم کرے، اور جس ذریعے سے چاہے، بغیر ملکی سرحدوں کا خیال کئے، علم اور خیالات کی تلاش کرے۔ انہیں حاصل کرے اور ان کی تبلیغ کرے۔"

تاہم مسلم ممالک کے دساتیر میں اس قانون کو لیتے ہوئے، اکثر اس حق کو مشروط کیا گیا ہے جیسا کہ آزادیٔ اظہار کا یہ قانون پاکستانی دستور میں آرٹیکل 19 کے تحت موجود ہے، تاہم اس میں آزادیٔ اظہار کی مناسب حدود مقرر کر دی گئی ہیں:

Article 19: Every citizen shall have the right to freedom of speech and expression, and there shall be freedom of the press, subject to any reasonable restrictions imposed by law in the interest of the glory of Islam or the integrity, security or defence of Pakistan or any part thereof, friendly relations with foreign States, public order, decency or morality, or in relation to contempt of court, [commission of] or incitement to an offence.[24]

"19۔اسلام کی عظمت یا پاکستان یا اس کے کسی حصہ کی سالمیت، سلامتی یا دفاع، غیر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات، امن عامہ، تہذیب یا اخلاق کے مفاد کے پیش نظر یا توہین عدالت، کسی جرم، کے ارتکاب یا اس کی ترغیب سے متعلق قانون کے ذریعے عائد کردہ مناسب پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو تقریر اور اظہار خیال کی آزادی کا حق ہوگا۔اور پریس کی آزادی ہوگی۔"[25]

☆ سعودی عرب میں بھی آزادیٔ اظہارِ رائے اور آزادیٔ نشر و اشاعت کا حق دینے کے لیے نظام المطبوعات والنشر وضع کیا گیا۔اس نظام کے آرٹیکل ۸ کے مطابق

المادة الثامنة: حرية التعبير عن الرأي مكفولة بمختلف وسائل النشر في نطاق الأحكام الشرعية والنظامية.[26]

"8۔شرعی احکام اور قانون کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے مختلف ذرائع اشاعت (ذرائع ابلاغ) سے اظہارِ رائے کی آزادی کی ضمانت دی جاتی ہے۔"

پھر آرٹیکل ۹ میں بھی نشر و اشاعت کو اس سے مشروط کر دیا گیا ہے کہ وہ شریعت کے اصولوں، عوامی تحفظ، عوامی پالیسیوں، عوامی اخلاقی ضابطہ وغیرہ متصادم نہ ہو۔نیز بغیر قانونی اجازت ملک کے رازوں کو فاش نہ کیا جائے گا اور حقائق اور ثبوت پر مبنی مقصدی اور تعمیری تنقید کی جائے گی جو عوامی مفاد کے مطابق ہوگی۔

تیسرا اختلاف: ہیومن رائٹس کا نظریہ اور لفظ ہی غیر اسلامی ہے!

اُصولی اور بنیادی نظریے میں اختلاف کرتے ہوئے بہت سے مسلم اہل علم نے انسانی حقوق کی اصطلاح کو ہی قابل اعتراض قرار دیا اور وہ حقوق العباد کی شرعی اصطلاح پر اکتفا کرنے پر زور دیتے ہیں۔ ڈاکٹر زاہد صدیق مغل لکھتے ہیں:

"حقوق و فرائض کی تمام تر تفصیلات کسی مخصوص مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوا کرتی ہیں اور مقصد یا تصورِ خیر بدل جانے سے حقوق کی تفصیلات بھی بدل جایا کرتی ہیں۔شارع کا اپنے بندوں کو حقوق عطا کرنے کا مقصد 'مقاصد الشریعہ' کے حصول کو ممکن بنا کر آخر کار اپنے بندوں کے لئے مراسم بندگی بجالاتے رہنے کو ممکن بنانا ہے جبکہ ہیومن رائٹس کا فریم ورک فرد کو ان حقوق کا مستحق گردانتا ہے جن کے ذریعے وہ اپنی 'خود ارادیت' کی زیادہ سے زیادہ تکمیل کر سکے۔چونکہ ہیومن رائٹس کا فریم ورک مقاصد الشریعہ کے حصول اور فروغِ عبدیت کی بالادستی کو اہم ترین انفرادی و اجتماعی مقاصد کے طور پر قبول نہیں کرتا لہٰذا وہ شریعت کی بیان کردہ حقوق کی تفسیر و تحدید کو بھی

ماننے سے انکار کرتا ہے۔اس کے مقابلے میں یہ فریم ورک حقوق کی وہ تفسیر بیان کرتا ہے جن کے ذریعے مساوی آزادی کے اُصول پر ایسی معاشرتی تشکیل کو ممکن بنانا ہے جہاں ہر فرد اپنی خواہشات کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے والا ہوتا چلا جائے۔ایسی ریاست جو ہیومن رائٹس قانون کی پابند ہو، ہر گز مقاصد الشریعہ کی حفاظت و غلبے کا باعث نہیں بن سکتی۔''

''اسلامی تعلیمات و تصوراتِ زندگی کو مغربی تناظر میں پہچاننا اور تلاش کرنا مسلم مفکرین کی بڑی غلطی ہے۔ان غلطیوں میں سے ایک بنیادی غلطی حقوق العباد کو ہیومن رائٹس کے تناظر میں سمجھنا ہے۔عام طور پر ہیومن رائٹس کا ترجمہ غلط طور پر 'انسانی حقوق' کر کے نہ صرف اُنہیں حقوق العباد کے ہم معنی تصور کر لیا جاتا ہے بلکہ یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے کہ ہیومن رائٹس سب سے پہلے اسلام نے دنیا کو عطا کیے نیز خطبہ حجۃ الوداع میں حضور اکرم ﷺ نے اِنہی حقوق کی تعلیمات دی تھیں۔العیاذ باللہ!

'حقوق العباد' کا جواز اور اس کی ترتیب تو حکم خداوندی سے طے ہوتی ہے یعنی ایک انسان (عبد) کو کسی عمل کے حق ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کتاب و سنت سے ہوتا ہے، اس کے مقابلے میں ہیومن رائٹس کا جواز انسان کی خود مختاریت کے دعوے سے نکلتا ہے۔ چنانچہ ہر دو حقوق میں اہم فرق سرچشمہ اور مصدر کا ہے۔اسلامی نقطہ نگاہ سے 'حق زندگی' فرد کا کوئی ایسا حق نہیں جس کا جواز ماورائے اسلام کسی فطری قانون سے نکلتا ہو بلکہ اس کا ماخذ کتاب وسنت کی نصوص کے سوا اور کچھ نہیں۔ چونکہ اسلامی نقطہ نگاہ سے فرد اپنی زندگی کا مالک نہیں، بلکہ یہ اس کے ربّ کی عنایت ہے، اسی لئے فرد اپنی زندگی کو جیسے وہ چاہے، ترتیب دینے کا حق بھی نہیں رکھتا۔''

''اسلامی اور مسلم مفکرین ایک تاویل یہ پیش کرتے ہیں کہ ہم ہیومن رائٹس کی تعریف و تحدید اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کریں گے، یعنی اسلام میں بھی ہیومن رائٹس ہیں مگر وہ نہیں جو مغرب بتاتا ہے بلکہ وہ جو قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔ یہ دلیل کئی اعتبار سے خلطِ مبحث کا شاخسانہ ہے:

'ہیومن' محض ایک لغوی لفظ نہیں کہ جس کا ترجمہ "انسان" کر کے اسے جن معنی میں چاہے استعمال کر لیا جائے بلکہ یہ ایک مخصوص تہذیبی اقدار کی عکاس اور مغرب کی علمی تاریخ سے برآمد ہونے والی ایک اصطلاح ہے۔ Humanity درحقیقت تحریکِ تنویر (Enlightenment) کا کلیدی تصور ہے اور اس کا ترجمہ 'انسانیت' کرنا غلط ہے۔'انسانیت' کا درست انگریزی ترجمہ "Mankind" ہے اور یہی لفظ انسانی اجتماعیت کے لیے انگریزی

زبان میں 18ویں صدی سے قبل رائج تھا۔

"Humanity" کا تصور 'حقیقی انسانیت' کے تصور کی ردّ ہے، ان معنوں میں کہ human being عبدیت اور تخلیقیت کا اُصولاً اور عملاً انکار ہے۔ Kant کے مطابق human being کا بنیادی وصف اور اس کی اصل "autonomy" یعنی خود ارادیت اور خود مختاریت ہے۔ چنانچہ ہیومن بینگ وہ تصورِ انفرادیت ہے جس کے مطابق فرد ایک self-determined and self governed being (قائم بالذات اور خود مختار ہستی) ہے۔ اس انفرادیت کا بنیادی ایمان واحساس عبدیت نہیں بلکہ آزادی یعنی بغاوت ہے۔ انسان اپنے ربّ کے ارادے کا مطیع ہوتا ہے جبکہ human being خود اپنا ربّ ہوتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے، اسے کر گزرنے کا مکلف سمجھتا ہے۔ لہٰذا ہیومن کا درست ترجمہ 'انسان' نہیں بلکہ 'شیطان' ہے (Human is actually demon) کیونکہ ہیومن بالکل اسی طرح اپنے ربّ کا باغی ہے جس طرح ابلیس شیطان۔ معلوم ہوا کہ ہیومن رائٹس کا معنی 'انسانی حقوق' نہیں بلکہ 'شیطانی حقوق' ہے۔

بیسویں صدی کا مشہور فلسفی فوکالٹ درست کہتا ہے کہ 'ہیومن' تو پیدا ہی سترہویں اور اٹھارویں صدی میں ہوا[27]۔ اس سے قبل اس کا وجود نہ تھا کیونکہ تمام مذاہب میں انسان کا تصور ہمیشہ 'عبد' ہی رہا ہے گوکہ اس عبدیت کی معتبر شکل کی تفصیلات میں مذاہب کے درمیان اختلاف رہا ہے۔ پس جب 'ہیومن' کا تصور ہی اسلام کے بنیادی تصورِ انسان سے متصادم ہے تو 'اسلامی ہیومن رائٹس' کی اصطلاح ایجاد کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے 'اسلامی کفر'۔ ظاہر ہے جس طرح 'اسلامی عیسائیت' کوئی چیز نہیں ہو سکتی، اسی طرح اسلامی ہیومن رائٹس بھی نہیں ہو سکتے۔ ہیومن رائٹس کے مقابلے میں اسلام میں 'حقوق العباد' کا تصور ہے اور حقوق العباد 'ہیومن' کے نہیں بلکہ 'عبد' کے حقوق ہیں۔ اسلام میں ہیومن کے لئے کوئی حقوق نہیں کیونکہ وہ تو خدا کا باغی ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ہیومن رائٹس درحقیقت حقوق العباد کا ردّ ہیں۔"[28]

الغرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام نے حقوق کا تصور تو دیا ہے، لیکن حقوق کو مادر پدر آزادی کے تصور سے اخذ کرنا، اپنی اساس میں ہی غیر اسلامی ہے۔ اسلام کے دیے حقوق کو اسلامی تعلیمات سے ہی لینا چاہیے جس کے لئے موزوں لفظ حقوق العباد ہی ہے۔

اس موقف کی مزید تفصیل کے لئے راقم کا مستقل مضمون ملاحظہ کریں[29]۔

چوتھا اختلاف: داخلی تضادات اور عدم مساوات

انسانی حقوق کا چارٹر اور اس کا محافظ ادارہ اقوام متحدہ بہت سے ابہامات اور داخلی تضادات کا مظہر ہے۔ انسانی حقوق کا چارٹر دراصل عظیم ترین حق کے طور پر مساوات کا دعویٰ کرتا ہے، پہلا جملہ ملاحظہ ہو:

Whereas recognition of the inherent dignity and of the equal and inalienable rights of all members of the human family is the foundation of freedom, justice and peace in the world.

"چونکہ ہر انسان کی ذاتی عزت اور حرمت اور انسانوں کے مساوی اور ناقابل انتقال حقوق کو تسلیم کرنا دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کی بنیاد ہے۔"

پھر 'عالمی منشورِ انسانیت' کا آرٹیکل نمبر ایک ملاحظہ ہو:

Article 1.: All human beings are born free and equal in dignity and rights. They are endowed with reason and conscience and should act towards one another in a spirit of brotherhood.

"تمام انسان، آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انہیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ اس لئے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔"

مساوات کے نام پر اپنی جدوجہد کو قائم کرنے والا ادارہ اپنی بنیادوں میں خود مساوات کی نفی پر قائم ہے۔ مساوات اور حقوق کے نام پر یہ ادارہ چند عالمی طاقتوں کا آلہ کار اور ان کے نظریات اور مفادات کا محافظ ہے۔ چنانچہ اس ادارے کی سیکورٹی کونسل میں، جو دراصل اسی کی سیاسی اور عسکری طاقت کی مظہر کونسل ہے، صرف پانچ ممالک (امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس اور چین) کو دائمی حیثیت دے کر، دنیا میں مساوات کے تصور کی نفی کر دی گئی ہے۔ اور ان طاقتوں کو ویٹو کی صلاحیت دے کر، ان کے ہر طرح کے ظلم کو جواز فراہم کر دیا گیا ہے۔ کہ اقوام متحدہ ان بڑی طاقتوں کے مفادات کا محافظ اور ان کے ظلم کے خلاف کسی قسم کی تحفظ سے عاری ہے۔ اس بنا پر مساوات کے نام اقوام متحدہ کے سارے دعوے اور جدوجہد بے معنی ہو جاتی ہے، جب اس کا استعمال صرف کمزور قوموں کے خلاف ایک ہتھیار کے طور پر ہوتا ہے۔

مساوات کے بلند بانگ نعروں کے باوجود، اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں لاطینی امریکہ، براعظم افریقہ اور رکن ممالک میں ایک تہائی مسلم ممالک کے لئے کوئی مستقل نشست موجود نہیں ہے؟ یہ کونسی

قومی مساوات ہے، جس میں کسی برّ اعظم، یا اہم قوم میں بسنے والے لاکھوں انسانوں کے ساتھ ظلم کا اصول بنا لیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ پر یہی اعتراض ترکی کے صدر جناب طیب اردگان نے اس کی جنرل اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے کیا:

"دنیا پر سلامتی کونسل کے پانچ مستقل ممبران کی اجارہ داری ہے اور پوری دنیا کی قسمت کا فیصلہ ان کی مٹھی میں ہے۔ ان کے اختیارات نہایت ہی غیر اخلاقی، غیر قانونی اور غیر جمہوری ہیں۔ ان کی بدولت انہوں نے پوری دنیا کو غلام بنا رکھا ہے اور اپنے اشاروں پر نچا رہے ہیں۔ یہ پانچ ممالک کبھی بھی کسی دوسرے ملک کو اپنے مفادات کے خلاف قدم اٹھانے کی اجازت نہیں دیتے اور ان تمام قراردادوں کو ویٹو کر دیتے ہیں جو ان کے یا ان کے حامی ملکوں کے خلاف ہوتی ہیں۔ ان پانچ ویٹو پاور رکھنے والے ملکوں نے اقوام متحدہ پر قبضہ کر رکھا ہے اور ان میں ایک بھی مسلم ملک نہیں ہے۔ اقوام متحدہ کی طرف سے مسلم ملکوں کے مسائل حل کرنے کی ذرہ برابر بھی سنجیدہ کوشش نہیں ہوتی بلکہ حل کرنے کی بجائے اور اُلجھا دیا جاتا ہے جبکہ عیسائیت کے معاملہ میں ان کا رویہ دوسرا ہوتا ہے۔"[30]

حوالہ جات وحواشی

1 Douglas K. Stevenson (1987), American Life and Institutions, Stuttgart (Germany), p. 34

2 'بنیادی حقوق' از صلاح الدین، ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۹۳

3 ایضاً، ص ۴۵

4 اقوامِ متحدہ کے متعلق بنیادی حقائق، مطبوعہ دفتر اطلاعاتِ عامہ، اقوام متحدہ اسلام آباد، ۱۹۷۳ء، ص ۸۸۔۸۹

5 ایسی کتب میں رابطہ عالم اسلامی کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر عبد اللہ عبد المحسن الترکی کی حقوق الإنسان في الإسلام، ڈاکٹر رفعت مرسی کا 6 جلدوں میں موسوعة حقوق الإنسان (دار النودار، لبنان) اور ڈاکٹر سلیمان الحقیل کی حقوق الإنسان في الإسلام والرد علی الشبهات (اردو ترجمہ مجلس التحقیق الاسلامی)، شیخ محمد بن صالح العثیمین کی 'بنیادی حقوق' (دار السلام، لاہور)، مولانا عبد الرحمٰن کیلانی کا کتابچہ 'انسانی حقوق اور اسلامی تعلیمات' (محدث اکتوبر 2001ء)، اور مولانا زاہد الراشدی کی ' اسلام اور انسانی حقوق' (الشریعہ اکادمی) کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

6 Constitution of Islamic Republic of Pakistan, 1973, Article 9, 11

7 نظام مكافحة جرائم الاتجار بالأشخاص، ۱۴۳۰ھ، سعودی عرب، آرٹیکل ۲

8 صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهٰى من السباب واللعن، ح ۶۰۵۰

9 روزنامہ 'جنگ' لاہور، مؤرخہ 4 فروری 2018ء...کالم: خلیل احمد نینی تال والا

10 http://tayyebazia.com/?p=4182

11 Constitution of Islamic Republic of Pakistan, 1973, Article 25

12 Algeria's Constitution of 1989, reinstated in 1996, as amended in 2008.

13 Constitution of Chad, 1996, as amended in 2005, Article 13

14 Constitution of Chad, 1996, as amended in 2005, Article 14

15 ibid, Article 20

16 http://www.hrc.gov.sa/ar-sa/HumanRightsInSaudi/Pages/hrs5.aspx

17 Basic Law of Governance, Saudi Arabia, 1992, Article 8

18 " ہر پانچ سال بعد چین کی کمیونسٹ پارٹی ایک اجلاس منعقد کرتی ہے جو پوری دنیا کی توجہ کا مرکز ہوتا ہے۔ اس اجلاس کا ایجنڈا ہوتا ہے کمیونسٹ پارٹی کی قیادت کا انتخاب۔ چین کی کمیونسٹ پارٹی کے یہ لیڈر پھر چین کے ایک اعشاریہ تین ارب لوگوں کی قیادت کرتے ہیں اور دنیا کی دوسری بڑی معیشت کی باگ ڈوران کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ عوام کی بڑی اکثریت کا اس عمل میں کوئی کردار نہیں۔ اکتوبر 2017ء کے وسط میں ملک بھر سے چینی کمیونسٹ پارٹی کے نمائندے بیجنگ کے 'گریٹ ہال آف دی پیپل' میں جمع ہوں گے۔ پارٹی کے 2300 نمائندوں میں سے اس بار 2287 اجلاس میں شریک ہوں گے۔ اطلاعات کے مطابق 13 نمائندوں کو 'غیر مناسب رویے' کی وجہ سے انہیں نااہل قرار دے دیا گیا ہے۔"
(https://www.bbc.com/urdu/regional-41537739)

19 سنن النسائي :كِتَابُ الْمُحَارَبَة (بَابُ ذِكْرِ مَا يَحِلُّ بِهِ دَمُ الْمُسْلِمِ)،ح4019

20 Constitution of Islamic Republic of Pakistan, 1973, Article 6
ترجمہ: 'اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور'، ص4... ترمیم شدہ ایڈیشن جنوری 2015ء، قومی اسمبلی، پاکستان

21 مذہبی آزادی کی بین الاقوامی رپورٹ برائے 2017ء... امریکی محکمہ خارجہ، شعبہ جمہوریت، انسانی حقوق و محنت کش
Urdu-Pak-IRF-Report-Final-2017

22 https://www.bbc.com/urdu/world-45987793

23 'آزادی اظہار کے نام پر' از محمد متین خالد: ص۵۰

24 Constitution of Islamic Republic of Pakistan, 1973, Article 19

25 اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، ص11... ترمیم شدہ ایڈیشن جنوری 2015ء، قومی اسمبلی، پاکستان

26 نظام المطبوعات والنشر، ۱۴۲۱ھ، سعودی عرب

27 فوکالٹ کا مضمون What is Enlightenment

28 'جدید اعتزال کے فکری ابہامات کا جائزہ' از ڈاکٹر زاہد صدیق مغل: شائع شدہ 'محدث' نومبر 2009ء

29 'مغرب کے انسانی حقوق کے کرشمے' از راقم... مجلّہ محدث، لاہور، شمارہ 384، بابت اگست 2019ء... ص4تا22

30 سہ روزہ 'دعوت' دہلی، 4 اکتوبر 2016ء